النور
فروری ۲۰۱۴ء

ختمِ نبوت کی داعی واحد جماعت

حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، نہ نیا نہ پُرانا

مدیر
شاہد عزیز
مسز سمیرا احمد

نشریات

www.virtualmosque.co.uk پر

جمعہ: ۱۳:۰۰ بجے

درس: بعداز جمعہ ۱۴:۰۰

ماہانہ مجلس: ۱۵:۰۰

عیدین: ۱۱:۰۰ بجے اور پنجاب ریڈیو (سکائی چینل ۰۱۳۰) پر ۱۳:۰۰ تا ۱۴:۰۰ بجے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اعلانات اور خبریں

۱۹۱۴ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے قیام کو ۱۰۰ سال ہونے کو ہیں۔ ہر سال مرکز میں دسمبر کے دنوں میں ایک دُعائیہ مُنعقد کیا جاتا ہے۔ ۱۹۱۳ء کے دُعائیہ میں اِس سلسلے میں خصوصی مجالس کا اہتمام کیا گیا تاکہ ممبران مِل کر اللہ کے حضور اپنی جماعت کی ترقی وبقا کی دُعائیں کریں۔

یہ دُعائیہ توقعات سے بڑھ کر کامیاب رہا۔ دُنیا کے کئی ممالک سے ممبران خاص طور پر سفر کر کے دُعائیہ میں شرکت کرنے کے لئے آئے۔ نماز فجر سے لے کر عشاء تک بچے، عورتیں اور خواتین مختلف

مجالس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے اور جانی اور مالی قربانیوں کی مثالیں پیش کرتے رہے۔ نہ سردی اُن کے جذبوں کو ٹھنڈا کر سکی اور نہ ہی بجلی اور گیس کی کمی۔ نمازوں کے وقت مسجد کے اندر جگہ کی کمی ہو جاتی تھی اور سخت سردی میں ممبران باہر برامدے اور صحن میں نماز پڑھتے اور حضرت مسیح موعود کی ہدایت کے مطابق کوئی شکایت کا ایک لفظ زبان پر نہ لاتا۔

مرکز میں دسویں تک پاکستان میں موجود ہر ممبر کے بچوں کی مفت تعلیم کا انتظام ہے۔ اِس سے آگے تعلیم کے خواہشمند بچوں کو قرض حسنہ دیا جاتا ہے۔ اِسی طرح جماعت میں بیروزگاری کم کرنے کے لئے شراکت کے بِنا پر کاروبار کرنے کے لئے سرمایہ مہیا کیا جاتا ہے۔ یتیم بچوں کو ہوسٹل میں جگہ دے کر تعلیم دی جاتی ہے۔ بیوہ خواتین کو باقاعدگی سے وظیفہ دیا جاتا ہے۔

علاج اور ٹسٹنگ کے لئے ایک کلینک ہے جہاں ہر طرح کے ٹسٹ اور ہر طرح کا علاج مفت کیا جاتا ہے۔ اِس کلینک میں جدید ترین مشینیں نصب کی گئی ہیں۔ کسی سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ اُس کا مذہب یا فرقہ کیا ہے۔ یہ کلینک صرف انسانیت کی خدمت کرتا ہے۔

جماعت کیلیفورنیا نے مرکز میں ایک سسٹم نصب کیا ہے جو استعمال کر کے دُنیا کے ہر حصے میں موجود ممبران مجالس سے خطاب کر

سکتے ہیں۔

آخر پر حضرت امیر کی اپیل پر ممبران نے ایک بھاری رقم دی جس میں چھوٹے چھوٹے بچوں کے دس دس روپوں سے لے کر مخیر حضرات کے لاکھوں تک کے چندے شامل ہیں۔

کلامِ امام

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود مہدی معہود

اورعیسائیوں کی نسبت جواتمام حجت کیا گیاوہ دوقسم پر ہے۔ ایک وہ کتابیں ہیں جو میں نے عیسائیوں کے خیالات کے ردّ میں تالیف کیں جیسا کہ براہین احمدیہ اور نورالحق اورکشف الغطاء وغیرہ۔ دوسرے وہ نشان جوعیسائیوں پر حجت پوری کرنے کے لئے میں نے دکھلائے اورمیں نے ان کتابوں میں جوعیسائیوں کے مقابل پر لکھی گئی ہیں ثابت کردیا ہے کہ عیسائیوں کا خونِ مسیح اورکفارہ کا مسئلہ ایسا غلط ہے کہ ایک دانشمند اورمنصف کے لئے کافی ہے کہ اسی مسئلہ پر غورکر کے خداسے ڈرے اوراس مذہب سے علیحدہ ہوجائے (کیا کوئی عقل سلیم اس بات کو مان سکتی ہے کہ زید خون کرے اوربکر اس کے عوض میں سولی دیا جائے)اورمیں نے ان کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کولعنتی ٹھہرانے کا عقیدہ جوعیسائیوں کے مذہب کا اصل الاصول ہے ایسا صریح البطلان ہے کہ ایک سطحی خیال کا انسان بھی معلوم کرسکتا ہے کہ کسی طرح ممکن نہیں کہ ایسا مذہب سچا ہو جس کی بنیاد ایسے عقیدہ پر ہوجوایک راستباز کے دل کولعنت کے سیاہ داغ کے ساتھ ملوث کرنا چاہتا ہے کیونکہ لعنت کا لفظ جوعربی اورعبرانی میں مشترک ہے نہایت پلید معنے رکھتا ہے اوراس لفظ کے ایسے خبیث معنے ہیں کہ بجز شیطان کے اورکوئی اس کا مصداق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ عربی اورعبرانی کی زبان میں ملعون اس کو کہتے ہیں کہ جوخدا تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ کیلئے ردکیا جائے۔ اسی وجہ سے لعین شیطان کا نام ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ کے لئے رحمت الٰہی سے ردّ کیا گیا ہے۔ اورخدا تعالیٰ کی تمام کتابوں میں توریت سے قرآن شریف تک کسی ایسے شخص کی نسبت ملعون ہونے کا لفظ نہیں بولا گیا جس نے انجام کارخدا کی رحمت اورفضل سے حصہ لیا ہو۔ بلکہ ہمیشہ سے یہ ملعون اورلعنتی کا لفظ انہی ازلی بدبختوں پر اطلاق پاتا رہا ہے جو ہمیشہ کیلئے خداتعالیٰ کی رحمت اورنجات اورنظرِ محبت سے بے نصیب کئے گئے اورخدا کے

لطف اورمہربانی اورفضل سے ابدی طور پر دوراورمہجور ہوگئے اوران کا رشتہ دائمی طور پر خداتعالیٰ سے کاٹ دیا گیا اوراُس جہنم کا خلود اُن کے لئے قرار پایا جوخداتعالیٰ کے غضب کا جہنم ہے اورخداتعالیٰ کی رحمت میں داخل ہونے کی اُمید نہ رہے۔ اورنبیوں کے منہ سے بھی یہ لفظ کبھی ایسے اشخاص کی نسبت اطلاق نہیں پایا جوکسی وقت خدا کی ہدایت اورفضل اوررحم سے حصہ لینے والے تھے۔ اس لئے یہودیوں کی مقدس کتاب اوراسلام کی مقدس کتاب کی رُو سے یہ عقیدہ متفق علیہ مانا گیا ہے کہ جوشخص ایسا ہوکہ خدا کی کتابوں میں اُس پر ملعون کا لفظ بولا گیا ہو۔ وہ ہمیشہ کے لئے خداتعالیٰ کی رحمت سے محروم اوربے نصیب ہوتا ہے۔ جیسا کہ اِس آیت میں یہی اشارہ ہے۔ **ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا** (الاحزاب:۶۲) یعنی زناکار اورزناکاری کی اشاعت کرنے والے جومدینہ میں ہیں یہ لعنتی ہیں یعنی ہمیشہ کے لئے خدا کی رحمت سے ردکئے گئے اس لئے یہ اِس لائق ہیں کہ جہاں ان کو پاؤ قتل کردو۔ پس اِس آیت میں اِس بات کی طرف یہ عجیب اشارہ ہے کہ لعنتی ہمیشہ کے لئے ہدایت سے محروم ہوتا ہے اوراس کی پیدائش ہی ایسی ہوتی ہے جس پر جھوٹ اوربدکاری کا جوش غالب رہتا ہے۔ اوراسی بنا پر قتل کرنے کا حکم ہوا کیونکہ جوقابل علاج نہیں اورمرض متعدی رکھتا ہے اس کا مرنا بہتر ہے۔ اوریہی توریت میں لکھا ہے کہ

لعنتی ہلاک ہوگی۔ علاوہ اس کے ملعون ہونے کی حالت میں ان لوازم کا پایا جانا ضروری ہے کہ شخص ملعون اپنی دِلی خواہش سے خدا تعالیٰ سے بیزار ہو اور خدا تعالیٰ اس سے بیزار ہو اور وہ خدا تعالیٰ سے اپنے دِلی جوش کے ساتھ دشمنی رکھے اور ایک ذرہ محبت اور تعظیم اللہ جل شانہ کی اُس کے دِل میں نہ ہو۔ اور ایسا ہی خدا تعالیٰ کے دِل میں بھی ایک ذرہ اُس کی محبت نہ ہو یہاں تک کہ وہ شیطان کا وارث ہونے خدا کا۔ اور یہ بھی لعنتی ہونے کے لوازم میں سے ہے کہ شخص ملعون خدا تعالیٰ کی شناخت اور معرفت اور محبت سے بکلی بے نصیب ہو۔ اب ظاہر ہے کہ یہ لعنت اور ملعون ہونے کی حالت کا مفہوم ایسا ناپاک مفہوم ہے کہ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ ایماندار کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت اس کو منسوب کیا جائے کیونکہ ملعون ہونے سے مراد وہ سخت دلی کی تاریکی ہے جس میں ایک ذرہ خدا کی معرفت کا نور خدا کی محبت کا نور خدا کی تعظیم کا نور باقی نہ ہو۔ پس کیا روا ہے کہ ایسے مردار کی سی حالت ایک سیکنڈ کے لئے بھی مسیح جیسے راستباز کی طرف منسوب کی جائے۔ کیا نور اور تاریکی دونوں جمع ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی مذہب کے یہ عقائد سراسر باطل ہیں۔ نیک دل انسان ایسی نجات سے بیزار ہوگا جس کی اول شرط یہی ہو کہ ایک پاک اور معصوم اور خدا کے پیارے کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ ملعون ہوگیا اور اُس کا دِل عمداً خدا سے برگشتہ ہوگیا اور اس کے سینہ میں سے خداشناسی کا نور جاتا رہا اور وہ شیطان کی طرح خدا تعالیٰ کا دشمن ہوگیا اور خدا سے بیزار ہوگیا اور شیطان کا وارث ہوگیا اور اُس کا سارا دل سیاہ ہوگیا۔ اور لعنت کی زہرناک کیفیت سے اُس کا دِل اور اس کی آنکھیں اور اس کے کان اور اس کی زبان اور اس کے تمام خیالات بھر گئے۔ اور اس کی پلید زمین میں بجز لعنتی درختوں کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ کیا ایسے اصولوں کو کوئی ایماندار اور شریف انسان اپنی نجات کا ذریعہ ٹھہرا سکتا ہے اگر نجات کا یہی ذریعہ ہے تو ہر ایک پاک دل شخص کا کانشنس یہی گواہی دے گا کہ ایسی نجات سے ہمیشہ کا عذاب بہتر ہے۔ تمام انسانوں کا اِس سے مرنا بہتر ہے کہ لعنت جیسا سڑا ہوا مُردار جو شیطان کی خاص وراثت ہے مسیح جیسے پاک اور پاک دل کے مُنہ میں ڈالیں اور اِس مردار کا اس کے دل

کو ذخیرہ بناویں اور پھر اس مکروہ عمل سے اپنی نجات اور رہائی کی اُمید رکھیں۔ غرض یہ وہ عیسائی تعلیم ہے جس کو ہم نے سراسر ہمدردی اور خیرخواہی کی راہ سے اپنی کتابوں میں رد کیا ہے اور صرف اِسی قدر نہیں بلکہ یہ بھی ثابت کر کے دکھلایا ہے کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام کا سولی ملنا ہی جھوٹ ہے۔ انجیل خود گواہی دیتی ہے کہ وہ سولی نہیں ملے۔ اور پھر خود حضرت مسیح نے انجیل میں اپنے اِس واقعہ کی مثال حضرت یونس کے واقعہ سے منطبق کی ہے اور یہ کہا ہے کہ میرا قبر میں داخل ہونا ورقبر سے نکلنا یونس نبی کے مچھلی کے نشان سے مشابہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں نہ مردہ داخل ہوا تھا اور نہ مردہ نکلا تھا۔ بلکہ زندہ داخل ہوا اور زندہ ہی نکلا۔ پھر اگر حضرت مسیح قبر میں مُردہ داخل ہوا تھا تو اس کے قصے کو یونس نبی کے قصے سے کیا مشابہت۔ اور ممکن نہیں کہ نبی جھوٹ بولے اِس لئے یہ اِس بات پر یقینی دلیل ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ مُردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہوئے اور اگر موجودہ انجیلیں تمام وکمال اِس واقعہ کے مخالف ہوتیں تب بھی کوئی سچا ایماندار قبول نہ کرتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا سولی پر مر جانے کا واقعہ صحیح ہے کیونکہ اس سے صرف یہی نتیجہ نہیں نکلتا کہ حضرت مسیح اپنی اس مشابہت قرار دینے میں جھوٹے ٹھہرتے ہیں اور مشابہت سراسر غلط ثابت ہوتی ہے بلکہ یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ اُن بیلوں گدھوں کی طرح لعنتی بھی ہوگئے جن کی نسبت توریت میں مار دینے کا حکم تھا اور نعوذ باللہ اُن کے دل میں لعنت کی وہ زہر سرایت کرگئی جس نے شیطان کو ہمیشہ کے لئے ہلاک کیا ہے۔ لیکن موجودہ انجیلوں میں سے وہ انجیلیں بھی اب تک موجود ہیں جیسا کہ انجیل برنباس جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے سولی ملنے سے انکار کیا گیا ہے اور ان چار انجیلوں کو دوسری انجیلوں پر کچھ ترجیح نہیں کیونکہ یہ سب انجیلیں حواریوں کے زمانہ کے بعد بعض یونان کے لوگوں نے بے سروپا روایات کی بنا پر لکھیں ہیں اور ان میں حضرت مسیح کے ہاتھوں کی کوئی انجیل نہیں بلکہ حواریوں کے ہاتھوں کی بھی کوئی انجیل نہیں اور یہ بات قبول کی گئی ہے کہ انجیل کا عبرانی نسخہ دنیا سے مفقود ہے۔ ماسوا اِس کے یہ چاروں انجیلیں جو چوتھا انجیلوں میں سے محض تحکم کے طور پر اختیار کی گئی ہیں اُن کے بیانات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح صلیب

پرفوت نہیں ہوا۔ چنانچہ ہم اپنے رسالہ ''مسیح ہندمیں'' میں اس بحث کوصفائی سے طے کر چکے ہیں۔اوران انجیلوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک باغ میں اپنی رہائی کے لئے تمام رات دعا کرتے رہے اوراس غرض اور مدعا سے کہ کسی طرح سولی سے بچ جائیں ساری رات رونے اورگڑگڑانے اورسجدہ کرنے میں گذری۔اور یہ غیرممکن ہے کہ جس نیک انسان کو یہ توفیق دی جائے کہ تمام رات دردِ دل سے کسی بات کے ہوجانے کے لئے دعاکرے اوراُس دعا کے لئے اس کو پورا جوش عطا کیا جائے اور پھر وہ دعا نامنظور اور نامقبول ہو۔ جب سے کہ دنیا کی بنیاد پڑی اُس وقت سے آج تک اِس کی نظیر نہیں ملی۔اورخدا تعالیٰ کی تمام کتابوں میں بالاتفاق یہ گواہی پائی جاتی ہے کہ راستبازوں کی دعا قبول ہوتی ہے اوراُن کے کھٹکھٹانے پرضرور کھولا جاتا ہے۔ پھرمسیح کی دعا کو کیا روک پیش آئی کہ باوجود ساری رات کی گریہ وزاری اورشوروغوغا کے ردی کی طرح پھینک دی گئی اورقبول نہ ہوئی۔ کیا خدا تعالیٰ کی کتابوں میں اِس واقعہ کی کوئی اورنظیر بھی ہے کہ کوئی مسیح جیسا راستباز یا اس سے کمتر تمام رات رورو کر اورجگر پھاڑ کر دعا کرے اوربیقراری سے بے ہوش ہوتا جائے اورخود اقرار کرے کہ میری جان گھٹ رہی ہے اور میرا دل گرا جاتا ہے اور پھر ایسی دردناک دعا قبول نہ ہو؟ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ ہماری کوئی دعا قبول کرنا نہیں چاہتا تو جلد ہمیں اطلاع بخشتا ہے اوراُس دردناک حالت تک ہمیں نہیں پہنچاتا جس میں اس کا قانونِ قدرت یہی واقع ہے کہ اس درجہ پروفادار بندوں کی دعا پہنچ کرضرور قبول ہوجایا کرتی ہے۔ پھرمسیح کی دعا کو کیا بلا پیش آئی کہ نہ تو وہ قبول ہوئی اور نہ انہیں پہلے ہی سے اطلاع دی گئی کہ یہ دعا قبول نہیں ہوگی اورنتیجہ یہ ہوا کہ بقول عیسائیوں کے خدا کی اس خاموشی سے مسیح سخت حیرت میں پڑا یہاں تک کہ جب صلیب پر چڑھایا گیا تو بےاختیار عالم نومیدی میں بول اُٹھا کہ ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تونے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔غرض میں نے اپنی کتابوں سے حق کے طالبوں کو اِس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ پہلے اِس بات کو ذہن میں رکھ کر کہ مقبولوں کی اول علامت مستجاب الدعوات ہونا ہے خاص کر اس حالت میں جب کہ اُن کا دردِ دل نہایت تک پہنچ جائے پھر اس بات کو سوچیں کہ کیونکر ممکن ہے کہ باوجود یکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے مارے غم کے بے جان اور ناتوان ہو کر ایک باغ میں جو پھل لانے کی جگہ ہے بکمال دردساری رات دعا کی اور کہا کہ اے میرے باپ اگر ممکن ہو تو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دیا جائے مگر پھر بھی باایں ہمہ سوزوگداز اپنی دعا کا پھل دیکھنے سے نامراد رہا۔ یہ بات عارفوں اور ایمانداروں کے نزدیک ایسی جھوٹ ہے جیسا کہ دن کو کہا جائے کہ رات ہے یا اُجالے کو کہا جائے کہ اندھیرا ہے یا چشمۂ شیریں کو کیا جائے کہ تلخ اورشور ہے۔ جس دعا میں رات کے چار پہر برابر سوزوگداز اورگریہ وزاری اورسجدات اورجانکاہی میں گذریں کبھی ممکن نہیں کہ خدائے کریم ورحیم ایسی دعا کونامنظور کرے۔خاص کر وہ دعا جو ایک مقبول کے منہ سے نکلی ہو۔ پس اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی دعا قبول ہوگئی تھی اوراسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کی نجات کے لئے ایسے اسباب پیدا کر دیئے تھے جو اُس کی رہائی کے لئے قطعی اسباب تھے۔ ازانجملہ ایک یہ کہ پیلاطوس کی بیوی کو فرشتہ نے خواب میں کہا کہ اگر یسوع سولی پر مرگیا تو اس میں تمہاری تباہی ہے اوراِس بات کی خدا تعالیٰ کی کتابوں میں کوئی نظیر نہیں ملتی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی کو خواب میں فرشتہ کہے کہ اگر ایسا کام نہیں کروگے تو تم تباہ ہوجاؤ گے اور پھر فرشتہ کے کہنے کا ان کے دلوں پر کچھ بھی اثر نہ ہو اور وہ کہنا رائگاں جائے۔اوراسی طرف یہ بات بھی سراسر فضول اورجھوٹ معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا تو یہ پختہ ارادہ ہو کہ وہ یسوع مسیح کو سولی دے اوراِس طرح پر لوگوں کو عذاب ابدی سے بچاوے اور فرشتہ خواہ نخواہ یسوع مسیح کے بچانے کے لئے تڑپتا پھرے۔کبھی پیلاطوس کے دِل میں ڈالے کہ مسیح بے گناہ ہے اورکبھی پیلاطوس کے سپاہیوں کو اس پر مہربان کرے کہ ترغیب دے کہ وہ اس کی ہڈی نہ توڑیں اور کبھی پیلاطوس کی بیوی کے خواب میں آوے اوراس کو یہ کہے کہ اگر یسوع مسیح سولی پر مرگیا تو پھر اس میں تمہاری تباہی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ خدا اور فرشتہ کا باہم اختلاف رائے ہو اور پھر رہائی کے اسباب میں سے جواِن چارانجیلوں میں مرقوم ہیں ایک یہ بھی سبب ہے کہ یہودیوں کو یہ موقع نہ ملا کہ وہ قدیم دستور کے موافق پانچ چھ روز تک حضرت مسیح کو صلیب پر لٹکا رکھتے تا بھوک اور پیاس اوردُھوپ کے اثر سے مرجاتا اور نہ دستور قدیم کے موافق اُن کی ہڈیاں توڑی گئیں جیسا کہ چوروں کی توڑی گئیں۔ اگرچہ یہ رعایت مخفی طور پر پیلاطوس کی طرف سے تھی کیونکہ رعبناک خواب نے اس کی بیوی کا دل ہلا دیا تھا لیکن آسمان سے بھی یہی ارادہ زور مار رہا تھا ورنہ کیا

ضرورت تھی کہ عین صلیب دینے کے وقت سخت آندھی آتی اور زمین پر سخت تاریکی چھا جاتی اور ڈرانے والا زلزلہ آتا۔ اصل بات یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ یہودیوں کے دل ڈر جائیں اور نیز ان پر وقت مشتبہ ہو کر سبت کے توڑنے کا فکر بھی ان کو دامنگیر ہو جائے کیونکہ جس وقت حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے وہ جمعہ کا دن تھا اور قریباً دوپہر کے بعد تین بجے تھے۔ اور یہودیوں کو سخت ممانعت تھی کہ کوئی مصلوب سبت کے دن یا سبت کی رات جو جمعہ کے بعد آتی ہے صلیب پر لٹکا نہ رہے اور یہودی قمری حساب کے پابند تھے اس لئے وہ سبت کی رات اُس رات کو سمجھتے تھے کہ جب جمعہ کے دن کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پس آندھی اور سخت تاریکی کے پیدا ہونے سے یہودیوں کے دِلوں میں یہ کھٹکا شروع ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ لاشوں کو سبت کی رات میں صلیب پر رکھ کر سبت کے مجرم ہوں اور مستحق سزا ٹھہریں اور دوسرے دن عید فسح بھی تھی جس میں خاص طور پر صلیب دینے کی ممانعت تھی۔ پس جبکہ آسمان سے یہ اسباب پیدا ہو گئے اور نیز یہودیوں کے دِلوں پر الٰہی رعب بھی غالب آ گیا تو ان کے دلوں میں یہ دھڑکہ شروع ہو گیا کہ ایسا نہ ہو کہ اس تاریکی میں سبت کی رات آ جائے لہٰذا مسیح اور چوروں کو جلد صلیب پر سے اُتار لیا گیا اور سپاہیوں نے یہ چالاکی کی کہ پہلے چوروں کی ٹانگوں کو توڑنا شروع کر دیا اور ایک نے اُن میں سے یہ مکر کیا کہ مسیح کی نبض دیکھ کر کہہ دیا کہ یہ تو مر چکا ہے اب اس کی ٹانگیں توڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور پھر یوسف نام ایک تاجر نے ایک بڑے کوٹھے میں اُن کو رکھ دیا اور وہ کوٹھا ایک باغ میں تھا اور یہودی مُردوں کے لئے ایسے وسیع کوٹھے کھڑکی دار بھی بنایا کرتے تھے۔ غرض حضرت مسیح اِس طرح بچ گئے اور پھر چالیس دن تک مرہم عیسیٰ سے اُن کے زخموں کا علاج ہوتا رہا جیسا کہ کتاب ”مسیح ہند میں“ میں ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اور پھر جب خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے حضرت مسیح علیہ السلام کو مرہم عیسیٰ استعمال سے شفا ہو گئی اور تمام صلیبی زخم اچھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس ملک سے انہوں نے پوشیدہ طور پر ہجرت کی جیسا کہ سنت انبیاء ہے۔ اور اس ہجرت میں ایک یہ بھی حکمت تھی کہ تا خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کی سنت ادا ہو جائے کیونکہ اب تک وہ اپنے وطن کی چار دیواری میں ہی پھرتے تھے اور ہجرت کی تلخی نہیں اُٹھائی تھی۔ اور اس سے پہلے انہوں نے اپنی ہجرت کی طرف اشارہ بھی کیا تھا جیسا کہ انجیل میں اُن کا یہ قول ہے کہ ”نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں“ الغرض پھر آپ پیلاطوس کے ملک سے گلیل کی طرف پوشیدہ طور پر آئے اور اپنے حواریوں کو گلیل کی سڑک پر ملے۔ اور ایک گاؤں میں اُن کے ساتھ اکٹھے رات رہے اور اکٹھے کھانا کھایا اور پھر جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ”مسیح ہند میں“ میں ثابت کیا ہے کہ کئی ملکوں کی سیر کرتے ہوئے نصیبین میں آئے۔ اور نصیبین سے افغانستان میں پہنچے اور ایک مُدت تک اس جگہ جو کوہ نعمان کہلاتا ہے اس کے قریب سکونت پذیر رہے اور اس کے بعد پنجاب میں آئے اور پنجاب کے مختلف حصوں کو دیکھا اور ہندوستان کا بھی سفر کیا اور غالباً بنارس اور نیپال میں پہنچے پھر پنجاب کی طرف لوٹ کے کشمیر کا قصد کیا اور بقیہ عمر سری نگر میں گذاری اور وہیں فوت ہوئے اور سری نگر محلّہ خان یار کے قریب دفن کے لئے اور اب تک وہ قبر یوز آسف نبی کی قبر اور شہزادہ نبی کی قبر اور عیسیٰ نبی کی قبر کہلاتی ہے اور سری نگر میں یہ واقعہ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ قبر ہے اور اس مزار کا زمانہ تخمیناً دو ہزار برس بتلاتے ہیں اور عوام اور خواص میں یہ روایت بکثرت مشہور ہے کہ یہ نبی شام کے ملک سے آیا تھا۔

غرض یہ دلائل اور حقائق اور معارف ہیں جو عیسائی مذہب کے باطل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر ثابت کئے جن کو میں نے اپنی تالیفات میں بڑے بسط سے لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ ان روشن دلائل کے بعد نہ عیسائی مذہب قائم رہ سکتا ہے اور نہ اُس کا کفارہ ٹھہر سکتا ہے بلکہ اس ثبوت کے ساتھ یہ عمارت یکدفعہ گرتی ہے کیونکہ جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مصلوب ہونا ہی ثابت نہ ہوا تو کفارہ کی تمام اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔ اور یہ وہ فتح عظیم ہے جو حدیث کسر صلیب کی منشاء کو کامل طور پر پورا کرتی ہے اور وہ کام جو مسیح موعود کو کرنا چاہئے یہی کام تھا کہ ایسے دلائل واضح سے عیسائی مذہب کو گرا دے نہ یہ کہ تلواروں اور بندوقوں سے لوگوں کو قتل کرتا پھرے۔ اور یہ فتح صرف ایک شخص کے نام پر مقدر تھی جو عین وقت فتنہ صلیب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور یہ فتح اس کے ہاتھ سے کام طور پر ظہور میں آ گئی۔ اب کسی کا سرالصلیب اور مسیح موعود کی انتظار کرنا عبث اور طلب محال ہے کیونکہ جن حقائق کے کھلنے سے عیسائیت کو شکست آتی تھی وہ حقائق بفضلہ تعالیٰ میرے ہاتھ پر کھل گئے۔ اب کسی دوسرے مسیح کے لئے کوئی روحانی کام باقی نہیں۔ (تریاق القلوب)

خالق کا نام

حضرت مولانا عبدالحق وِدیارتھی

قرآن کریم سے پیشتر بھی یہ لفظ (اللہ) موجود تھا یا نہیں اگر موجود تھا تو پھر یہ اسلام کی کوئی مخصوص خوبی نہیں اور اگر نہیں تھا تو خدا نے دوسری قوموں کو اس اسمِ اعظم سے کیوں محروم رکھا کہ جواس کے تعصب پر دلالت کرتا ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ بلا شبہ یہ نام اسلام سے پیشتر بھی موجود تھا بلکہ تمام عظیم الشان مذاہب کو یہی نام اس ذات کا بتایا گیا تھا لیکن قرآن اور عربی زبان اس لفظ کے لئے کسی غیر قوم کی شرمندہ احسان نہیں عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے اس کو ہم ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں اور اس موضوع پر خواجہ کمال الدین صاحب کی کتاب ام الالسنہ ایک بہترین کتاب ہے (ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو اس پر کچھ لکھیں گے) یہ ہمارا عقیدہ اور یقین ہے کہ دنیا کی تمام زبانیں عربی سے نکلی ہیں اور عربی یقیناً الہامی زبان ہے پس لفظ اللہ خود خداوند عالم کا الہام کردہ نام ہے۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب میں یہی نام پایا جاتا رہا ہے لیکن امتدادِ زمانہ اور لوگوں کی اپنی ضلالت آفریں عادات وحرکات سے آہستہ آہستہ یہ لفظ طاق نسیاں ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ قدیم زمانہ میں لوگ اپنے مذہب کو غیر اقوام سے پوشیدہ رکھتے تھے بلکہ اپنی قوم میں بھی ایک خاص خاندان کو امامت پر پروہتائی کا حقدار سمجھا جاتا تھا۔ وہی لوگوں کو مذہبی کتب پڑھ کر سنانے کا اختیار رکھتا تھا۔ ہندوستان میں برہمن اور بنی اسرائیل میں حضرت ہارون کا خاندان اس کے لئے مقرر چلے آتے تھے یہ لوگ جو چاہتے تھے لوگوں کو سناتے تھے۔ دوسرے لوگ ان سے پڑھ کر بھی اور لوگوں کو پڑھانے کے مجاز نہ تھے۔ ہندوستان میں شودر دین کا علم حاصل نہیں کرسکتا تھا کھشتری اور ویش پڑھ سکتے تھے مگر کسی کو پڑھا نہیں سکتے تھے پڑھانے کا حق صرف برہمن کو حاصل تھا۔ مذہب کی اعلیٰ درجہ کی باتیں عموماً پردہ راز میں رکھی جاتی تھیں۔ شودر کے کان میں وید منتر پڑ جانے سے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالدیا جاتا تھا۔ وید منتر شودر کی زبان پر جاری ہوجاتا تو اس کو کاٹ دیا جاتا اور اگر اس کے دل میں یاد ہوجاتا تو اس کو دوٹکڑے کردیا جاتا تھا[1]۔

[1] دیکھو ویدانت شاستر ۳۸/۳ پرشنکر۔ رامانج۔ مادھو وغیرہ کی شرح اور گوتم سمرتی ادھیاء شلوک ۱

بنی اسرائیل میں خدا کا نام لینے کی سزا سنگساری تھی

دوسری طرف یہود کہ وہ بھی خدا کا نام لینا بے ادبی خیال کرتے تھے اور یہ امر مشرقی تہذیب کا مطالعہ کرنیوالوں کو کوئی اچنبا معلوم نہیں ہوگا یہاں ہمارے ملک میں رواج ہے کہ عورت اپنے شوہر کا نام لینا سوءِ ادب سمجھتی ہے۔ مرید اپنے پیر کا نام لینا گستاخی سمجھتے ہیں۔ یہود میں خدا کا نام نہ لینے کے خیال نے یہاں تک زور پکڑا تھا کہ انہوں نے خروج ۲۰/۷ اور استثناء ۵/۱۱ کی غلط تعبیر کرتے ہوئے خدا کا نام لینا قابل مواخذہ قرار دیا چنانچہ احبار ۲۴/۱۵ کی تفسیر میں لکھا ہے۔

Josephus, who as a priest, knew the pronunciaton of the name declares that religion forbids him to divulge it. Phillo calls it ineffable, and says that it is lawful for those only whose ears and tongues are purified by wisdom to hear and utter it in a holy place (that is, for Priests in the temple). If anyone, I do not say should blaspheme against the lord of men and gods. but should dare to utter his name unreasonably, let him expect the penalty of death.

اس فتوے کی بناء پر جو شخص بیت المقدس کے باہر خدا نام لیتا تھا وہ گردن زدنی اور کشتنی سمجھا جاتا تھا کیونکہ کتاب استثناء ۱۳/۱۲ اورسلاطین اول باب ۸ آیات ۱۶، ۲۹، اوروغیرہ وغیرہ کی بناء پر خدا کا نام صرف مقدس کاہن سے مقام ہیکل میں اور مقدس دن لیا جانا چاہئے تھا۔ ہیکل کے باہر عام لوگ خدا کے مقدس نام کی بجائے ادونی کہا کرتے تھے، خانیہ بن تراون نامی ایک شخص کو اس بنا پر سزا دی گئی کہ اس نے ہیکل سے باہر اپنے شاگردوں کو خدا کا نام سیکھا دیا تھا۔ خدا کا مقدس نام سیکھا دینے پر کسی شخص کو سزا دینا یہ انتہا درجہ کی وحشت اور کم عقلی کا ثبوت ہے لیکن اس کو کیا کیجئے کہ ایک طرف ہندوستان میں اگر برہمنوں کی ذہنیت یہ تھی کہ وہ اپنے مذہب کی اعلیٰ تعلیم کو غیر اقوام میں پھیلانا کفر سمجھتے تھے اور ویدوں کی آیات کا نام منتر رکھتے تھے کہ جس کے معنی گپت بھاشن یعنی خفیہ کلام کے ہیں۔ اس لئے کہ اس کو بلند آواز سے نہیں بلکہ خفیہ ایک دوسرے کے کان میں کہتے تھے تو دوسری طرف یہود کی وہ حالت تھی کہ جس کا ذکر اوپر

کیا جا چکا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کا اسمِ اعظم ان قوموں سے گم ہو گیا کیونکہ وہ اس کی انتہائی عظمت کی وجہ سے اس کو بہت ہی خفیہ رکھتے تھے۔ یہود نے خداوند الوہ کا اصلی تلفظ اللہ بھلا دیا اور اس کی جگہ ''یہودہ'' یعنی ''وہ جو ہے'' بطور اسم اشارہ ان میں رواج پا گیا۔ پس یہودہ (یا ہو) کا اشارہ دراصل اس نام کی طرف ہے کہ جو رفتہ رفتہ ان سے گم ہو گیا۔ اور اس امر کی شہادت جیوش سائیکو پیڈیا اور سائیکلو پیڈیا ببلیکا سے ملتی ہے کہ اس لفظ کا صحیح تلفظ محفوظ نہیں رہا اور تورات مقدس سے یہ بھی ثابت ہے کہ خدا کا نام یہودہ قدیم نام نہیں بلکہ اس میں لکھا ہے کہ ''ابراہیم اسحاق اور یعقوب مجھے اشدائی کے نام سے جانتے تھے اور یہودہ کے نام سے واقف نہ تھے'' خروج ۶/۳)۔

یہود نے اللہ کا اِلوہ بنالیا

تورات میں خداوند عالم کا نام ایلوہیم کہ جو اس کی پہلی آیت براشیت برء ایلوھیم میں موجود ہے۔ ایلوہیم کا واحد الوہ ہے۔ یہود کے بعض فرقوں کے نزدیک ایلوہیم خدا کا اعلیٰ نام تھا اور بعض کے نزدیک یہودہ لیکن تورات کی مذکورہ بالا دو شہادتوں سے یہ امر ثابت ہے کہ ایلوہیم یہودہ پر مقدم ہے۔ نیز قدیم زمانہ میں تورات کے دو قسم کے نسخے تھے ان کو آج کل کی اصطلاح مے ں جے اور ای کے نسخے کہتے ہیں جو جھودی اور ایلوہیم کے مخفف ہیں۔ جھودی نسخہ والے خداوند کے یہودہ نام کو ترجیح دیتے تھے۔ اور ایلو والے ایلوہیم کو مقدس سمجھتے تھے تورات کے اس موجودہ نسخہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کتاب پیدائش کے باب اول میں اور دوسرے باب کی شروع کی آیات تک ۳۵ مرتبہ خدا کا نام ایلوہیم آیا ہے اور ایک دفعہ بھی یہودہ استعمال نہیں ہوا۔ بہرحال دلائل اور بائیبل کی شہادت کی رو سے ایلوہیم یہودہ سے زیادہ قدیم ہے اور یہی پہلا اور اصلی اسم باری موجودہ تورات سے معلوم ہوتا ہے اب ہم اس امر کی تحقیقات کرتے ہیں کہ عبرانی میں یہ لفظ کہاں سے آیا اور اس کی اصل کیا ہے۔ جیوش سائیکلو پیڈیا اور سائیکلو پیڈیا ببلیکا دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ لفظ ایلوہیم کی واحد الوہ ہے۔ خود لفظ ایلوہیم بظاہر جمع کی شکل ہے لیکن اس کا استعمال واحد کے لئے بھی ہوتا ہے کیونکہ باوجود ''یم'' جمع کی علامت کے اس فعل اور صفت واحد آتی ہے۔ پس اس لحاظ سے جیوش سائیکلو پیڈیا کی رائے بالکل درست معلوم ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ یم کی علامت محض تعظیم اور اعلیٰ فضیلت کی وجہ سے ہے نہ حقیقتاً اظہار تکثر کیلئے کیونکہ یہود ذات باری میں کثرت کے ہرگز قائل نہیں۔ سائیکلو پیڈیا مذکور کے فاضل مضمون نویس نے کیا ہی سچ کہا ہے کہ:۔

In the great majority of cases, both (singular and plural) are used as names of the one God of Israel. (Name of God)

دیکھو کتاب مذکور زیر عنوان اسماء الٰہیہ۔

اِس لفظ اِلوہ اور ایلوہیم کے ماخذ اور مصدر پر بحث کرتے ہوئے یہی فاضل لکھتا ہے۔

The most Probable theory is that it may be connected with the old Arabic word alih.

یعنی نہایت غالب رائے یہی ہے کہ یہ لفظ ایلوہیم اور الوہ قدیم عربی زبان کے آلہہ سے تعلق رکھتا ہے۔ جو عربی فنشین۔ سرین وغیرہ تمام زبانوں میں خدا کا نام ہے۔

اِس لفظی تحقیقات سے یہ امر ظاہر ہے کہ ایلوہیم یا اِلوہ عربی سے عبرانی اور تمام سامی زبانوں میں گیا ہے کہ جو لفظ اللہ کی ایک بھولی بسری شکل ہے اور یہی خداوند عالم کا حقیقی واصلی نام تھا جس کو اسلام نے آ کر دوبارہ یاد دلایا۔

ویدوں میں لفظ اللہ کی تلاش

جس طرح سے یہ لفظ تمام سامی زبانوں میں خدا کا نام تھا جیسا کہ سائیکلو پیڈیا کے حوالہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح یقیناً آرین اقوام کو بھی خدا کا یہی نام بتایا گیا تھا لیکن افسوس ہے کہ آج انہوں نے بھی اس اسمِ اعظم کو بھلا دیا اور متعدد دوسرے نام خدا کے تجویز کر لئے واچستی لغت جو سنسکرت زبان کی بہت ہی پرانی اور ضخیم لغت ہے۔ اس میں یہ لفظ موجود ہے اور اس کے معنی خدا کے لکھے ہیں۔ گو یہ لفظ موجودہ ویدوں میں بایں تلفظ موجود نہیں مگر ایک عجیب بات جو اس پُرانی لغت سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی زمانہ میں اتھرووید کا ایک سوکت (باب) اللہ سوکت کہلاتا تھا گو آج موجودہ اتھرووید میں یہ سوکت نہیں ملتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ برہمنوں نے اللا پنشد اور اللہ سوکت مسلمانوں سے محض دشمنی کی وجہ سے اتھرووید میں سے نکال دیا۔ نیز شبد کلپدرم مولفہ راجا رادھا کانت میں بھی زیر لفظ اللہ لکھا ہے کہ اللہ سوکت اتھرووید کا سوکت (باب) ہے رگوید میں ایک سوکت کا (کون) سوکت (باب) کہلاتا ہے اور اس کا کو دیوتا ٹھہرایا گیا ہے اور اس کی نہایت معقول تعریف اور تعظیم کی گئی ہے۔ کا اپنے معنی

اورمفہوم کے لحاظ سے ایک عجیب دیوتا ہے۔ بظاہر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ لفظ کون کس طرح دیوتا ہوگیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل اسمِ ذات اللہ کو بھول کر ’وہ‘ ’وہ‘ اشارہ کرنے لگے اسی طرح آریہ بھی اس کا نام نہ لیتے ہوئے یا اس کو بھول جانے کی وجہ سے کا۔ کا یعنی کون کون دیوتا کہنے لگے۔ یعنی اصل نام تو بھول گئے۔ اور کاؔ (کون) کو دیوتا یا خدا بنالیا اس پر مجھے بائیبل کی ایک مثال یاد آگئی:۔

بنی اسرائیل پر جب من اور سلوا ے کا نزول ہوا تو من کو دیکھ کر وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے مَن مَن (یہ کیا ہے یہ کیا ہے)[2] جب کچھ پتہ نہ چلا تو اس کا نام ہی من ہوگیا۔ اسی طرح ہندو لٹریچر میں لفظ کا سے خدا کے خفیہ نام کی طرف اشارہ سمجھا جاتا ہے۔ ان حوالجات سے یہ ظاہر ہے کہ وید والے بھی اس ذات کے اصلی نام کو بھول کر کا۔ کا (کون کون) کرتے ہیں اور وہ نام استھر وید میں بھی بعینہ موجود تھا۔

غرض خداوند عالم کا وہ اسم اعظم جو لفظ یہوہ کا مشارالیہ اور وید کے کا (کون) کا جواب ہے

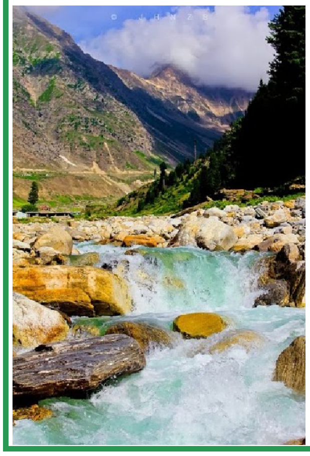

قرآن کریم نے اس کا نام اللہ بتا کر اقوام عالم کی گمشدہ دولت کو مہیا کر دیا اور اس کو تمام اہل کتاب اور اہل مذاہب کا ایک ہی معبود ٹھہرا کر اتحاد کی یوں دعوت دی۔

قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بنیا وبینکم الا نعبدوا الا اللہ۔ (۶۳:۳) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہل کتاب سے کہہ دو کہ اس بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے اور وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کی عبادت نہ کریں۔‘‘

جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ’’اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا‘‘، ’’جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔‘‘، ’’میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔‘‘

۳۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ آنحضرت ﷺ کے بعد مجدد دین آئیں گے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔

۵۔ ہم تمام صحابہ کرام اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶۔ ہر اس شخص کو جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رسولُ اللّٰهُ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی مجدد و مسیح موعود اور مہدی کا تھا نبی کا ہرگز نہیں۔ ان کے اپنے الفاظ: ’’اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔‘‘

اِن عقائد رکھنے والی جماعت کو کافر کہنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یو کے
15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ
www.virtualmosque.co.uk
ای میل: aaiiLahore@gmail.com